# اکائی نمبر23: لکھنؤ کا دبستانِ شاعری

ساخت


23.1 اغراض و مقاصد

23.2 تمہید

23.3 لکھنؤ کا دبستانِ شاعری

23.3.1 سیاسی، سماجی وتہذیبی پس منظر

23.3.2 موضوعات وخصوصیات

23.3.3 لکھنؤ سے کیا مراد ہے

23.3.4 لکھنؤ کے نمائندہ شعرا اور ان کا مجموعہ کلام

23.4 آپ نے کیا سیکھا

23.5 اپنا امتحان خود لیجئے

23.6 فرہنگ

23.7 سوالوں کے جوابات

23.8 کتب برائے مطالعہ


## 23.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی میں آپ

- لکھنؤ کے سیاسی، سماجی، تہذیبی پس منظر سے واقفیت حاصل کرے گے۔
- لکھنوی شعرو ادب کے موضوعات اور خصوصیات سے واقف ہونگے۔
- لکھنویت سے کیا مراد ہے؟ اس کی جانکاری حاصل کریں گے۔
- لکھنؤ کے اہم شعرا اور ان کے نمونۂ کلام سے واقفیت حاصل کرسکیں گے۔

## 23.2 تمہید

دہلی مرکزی حکومت کے زوال کے بعد، ہندستان کے مختلف صوبوں کے حکمرانوں نے خود مختاری کا اعلان کر کے اپنی آزاد حکومتوں کی بنیاد قائم کی ۔انھیں میں ایک صوبہ اودھ بھی تھا جس کے صوبے دار سعادت خاں برہان الملک نے سلطنت اودھ کی بنیاد رکھی اور دہلی کے سیاسی ابتری اور زوال کے اثرات کا سایہ اودھ پر نہ پڑنے دیا۔ کیونکہ اودھ ایک پرامن، خود مختار، خوش حال سلطنت تھی اور اس کے فرما نروا علم و ادب دوست تھے اس لئے

بشمول دہلی دیگر مقامات کے شعرا اور فنکاروں نے فیض آباد اور لکھنؤ ہجرت کر کے مستقل سکونت اختیار کی۔ اودھ کے حکمرانوں کی ادب نوازی اور نامور فنکاروں کی آمد و سکونت کے سبب وہاں از سر نو شعر و ادب کا سلسلہ اس طرح شروع ہو گیا کہ اسے باقاعدہ ایک ادبی دبستان کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

جن مخصوص علل و اسباب کے تحت دہلی دبستانِ شاعری کا وجود عمل میں آیا قدرے تبدیل کے ساتھ وہی مخصوص سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشی حالات لکھنوی دبستانِ شاعری کا سبب بنے۔ کیونکہ دہلی اور لکھنؤ (اودھ) کے سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی حالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے لہٰذا دونوں میں تخلیق ہونے والے شعر و ادب کے موضوعات، خصوصیات اور معیار میں اس طرح نمایاں فرق پیدا ہو گیا کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد قرار پائے۔

دبستان لکھنؤ کے تحت بعض شعری اصناف، نئے موضوعات، خصوصیات اور شعری معیار کا نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ اردو زبان کی اصلاح کے تیئں جو اہم اقدامات عمل میں آئے انھیں کو ''لکھنویت'' کا نام دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا ادبی خصوصیات کے سبب لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کا وجود عمل میں آیا جو اب ہماری ادبی تاریخ کا ایک اہم جزو بن گیا ہے۔

## 23.3 لکھنؤ کا دبستانِ شاعری

### 23.3.1 دبستان لکھنؤ کا سیاسی، سماجی اور تہذیبی پس منظر

اودھ مغلیہ سلطنت کا ایک بڑا صوبہ تھا۔ مغلیہ سلطنت کا زوال اورنگ زیب کے انتقال 1707ء کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اقتدار کے حصول کے لیے مغلیہ شہزادوں کی باہمی رقابت اور قتل و غارت گری کے سبب مغلیہ حکومت نہ صرف کھوکھلی اور کمزور ہو گئی بلکہ مختلف اندرونی اور بیرونی چھوٹی، بڑی طاقتوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا جس کے سبب معاشی بد حالی اور بد امنی پیدا ہو گئی۔ مرہٹوں، جاٹوں اور روہیلوں کے علاوہ نادر شاہ کے حملوں نے مغلیہ سلطنت کو متزلزل کر دیا۔ عوام و خواص جان و مال کے عدم تحفظ، معاشی بد حالی اور فتنہ و فساد سے تنگ آ کر دوسرے مقامات کی جانب ہجرت کرنے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

دہلی میں حکومت کا وجود برائے نام رہ گیا۔ سادات بارہا کی سازشوں سے حکمراں تخت نشین اور معزول ہوتے رہے۔ 1757ء سے 1857ء تک ایک صدی کی یہ داستان دراصل دلّی کی بربادی کی داستان ہے۔

دہلی کے بادشاہ محمد رنگیلے نے بعض امرا اور سیاسی مشیروں کے تعاون سے سادات بارہا کی طاقت کو ختم کر دیا۔ جن امرا نے اس ضمن میں اہم کردار ادا کیا ان میں سید محمد امین نیشا پوری بھی شامل تھے جو ''پنج ہزاری'' کا منصب حاصل کر کے نواب سعادت خاں برہان الملک کے نام سے مشہور ہوئے اور جنھوں نے اودھ میں 1720ء تا 1739ء خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی اودھ کی حکومت 1856ء تک قائم رہی جس پر گیارہ بادشاہوں نے 136 سال تک حکمرانی کر کے اس سلطنت کو جو منفرد معیار اور وقار عطا کیا اس کے سبب آزاد فضا،

معاشی فارغ البالی اور عیش وعشرت کا ماحول پیدا ہو گیا اور یہی مخصوص خوش گوار ماحول وہاں تخلیق ہونے والے شعر و ادب پر بھی اثر انداز ہوا۔

نواب شجاع الدولہ کی ادب نوازی اور خصوصی توجہ سے اودھ کا دارالسلطنت فیض آباد، دلّی کی ہمسری کا منظر پیش کرنے لگا۔فیض آباد کی پر امن، خوش حال اور ادب نواز فضا کی شہرت دور دور پھیلنے لگی اور مختلف مقامات خصوصاً دہلی کے فنکاروں اور مشاہیر علم وفن نے یہاں آ کر سکونت اختیار کرنا شروع کر دی۔نواب آصف الدولہ نے دارالسلطنت فیض آباد سے منتقل کر کے لکھنؤ کر دیا جس سے ساری رونقیں لکھنؤ منتقل ہو گئیں۔ نئے سرے سے نئے دور کا آغاز ہوا۔ نئے حالات میں شعر و شاعری کا چرچا عام ہو گیا۔ دہلی سے اودھ آنے والے فنکاروں میں سراج الدین علی خاں آرزوؔ، سوداؔ، میرؔ، میر سوزؔ، میر حسنؔ، جرائتؔ، رنگینؔ، مصحفیؔ، انشاؔ وغیرہ کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں جنھوں نے اودھ فیض آباد اور لکھنؤ میں اردو شاعری کے لئے ساز گار ماحول پیدا کیا اور جن کی کاوشوں سے لکھنؤ علم وفن و ادب کا نہ صرف بے مثال مرکز بن گیا بلکہ آگے چل کر اس نے ایک دبستان کی حیثیت اختیار کر لی۔

دبستان لکھنؤ کا باقاعدہ آغاز ناسخؔ لکھنوی اور آتشؔ لکھنوی کے عہد سے ہوتا ہے۔مذکورہ بالا دونوں شعرا اور ان کے شاگردوں نے مخصوص حالات کے تحت تخلیق شعر و ادب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ زبان کی اصلاح کی عملی کوششیں کیں۔نئی نئی اصطلاحات، تراکیب، صنعتیں اور بندشیں ایجاد کر کے زبان و بیان نیز شاعری میں نئی لطافت اور نزاکت پیدا کی۔اردو شاعری کو نئے نئے اسالیب اصناف اور موضوعات سے ہمکنار کیا۔

ناسخؔ اور آتشؔ کے بعد ان کے شاگردوں میں وزیرؔ، صباؔ، رندؔ، گویاؔ، رشکؔ، اسیرؔ، نسیمؔ، شوقؔ، امیرؔ، جلالؔ، تسلیم وغیرہ نے لکھنؤ کے دبستان شاعری کو نیا لب ولہجہ، رنگ و آہنگ اور معیار و مزاج عطا کیا۔ضمیرؔ، خلیقؔ، انیسؔ اور دبیرؔ اور ان کے شاگردوں نے مرثیہ گوئی کو نیا وقار بخشا۔دبستانِ لکھنؤ کا یہ سلسلہ مضطرؔ، ریاضؔ، آرزوؔ، ثاقبؔ، محسنؔ اور صفیؔ لکھنوی تک جاری رہا۔

لکھنوی دبستان کو انفرادیت عطا کرنے میں مذکورہ بالا شعرا کے علاوہ وہاں کے حکمرانوں کی شعوری اور عملی کوششوں کو بھی خاص دخل حاصل ہے۔

## 23.3.2 لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کے موضوعات وخصوصیات

ہر عہد و علاقے کا ادب اپنے ماحول کا عکاس ہوتا ہے۔ جیسے حالات ہوتے ہیں ویسا ہی ادب تخلیق کیا جاتا ہے۔لکھنؤ مشرقی تہذیب و معاشرت کا اعلیٰ نمونہ رہا ہے جہاں ایک طویل عرصے تک مخصوص تہذیبی حالات اور علمی ادبی فضا قائم رہی۔ معاشی فارغ البالی اور عیش وعشرت کی فراوانی کے سبب تصنع، تکلف، ظاہرداری، خارجیت، رنگینی، آزادانہ ماحول اور عشق ومحبت کے جذبات لکھنوی معاشرے میں اس طرح گھل مل گئے کہ وہ لکھنوی تہذیب کا جزو لاینفک بن گئے۔ ان مخصوص حالات کے سبب جو مخصوص ادب تخلیق ہوا اس میں معاملہ بندی، نسائیت، صنعت گری، رعایت لفظی اور عشقیہ جذبات اس طرح نمایاں ہوئے کہ وہی اس کی پہچان بن گئے۔اس آزاد فضا اور رنگین ماحول نے عشقیہ مثنویوں،غزلوں اور منظوم اندرسبھاؤں اور ڈراموں پر ایسے خاص

اثرات مرتب کئے جس کے سبب یہاں کا ادب دیگر مقامات کے ادب سے قدرے منفرد و مختلف قرار پایا۔ اس مخصوص ماحول نے شعرا کے خیالات، جذبات اور لہجے کو اس قدر رنگین اور نازک بنا دیا کہ لکھنؤ کی شاعری میں ہزل گوئی اور فحاشی کا عنصر غالب آ گیا۔ ریختی جیسی صنف کا وجود عمل میں آیا جس میں عورتوں کے جذبات کا اظہار عورتوں کی زبان میں کیا جاتا تھا۔ وہ شعرا جو ریختی میں طبع آزمائی نہیں کرتے تھے ان کے لہجے میں بھی نسائیت اور مزاکت پیدا ہوگئی۔ لکھنوی شعرا نے اپنی تمام تر توجہ شعر کے ظاہری حسن اور نازک خیالی اور نازک بیانی میں صرف کو دی۔ خارجی مضامین کے بیان کو فروغ دیا گیا۔ عشقیہ جذبات اور حسن کی کیفیات اور انداز و ادا کو طرح طرح سے بیان کیا گیا۔ عشقِ مجازی اور معشوق کی دلبرانہ اداؤں نیز لب و رخسار، زلف و ابرو، دنداں و چاہِ ذقن، گردن و کمر، رفتار و گفتار چشم اور دست حنائی، نازک بدنی، شیریں کلامی، عشوہ طرازی پر بے شمار اشعار کہے گئے۔ لکھنوی معاشرے میں رائج ظاہر داری اور تصنع و تکلف کے زیر اثر دور از کار تشبیہات و استعارات کا استعمال عام ہو گیا۔

اس آزادانہ اور عیش پسندانہ فضا کے سبب تخلیق کئے جانے والے ادب پر مرثیہ گوئی کے ذریعے توازن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ لکھنؤ کے بادشاہ اثنائے عشری مسلک کے پیرو تھے انھوں نے مذہبی عقیدت مندی کے تحت مرثیہ گوئی اور عزاداری کو خوب خوب فروغ دیا جس کے سبب لکھنؤ میں مرثیہ گوئی کو جو ترقی ملی اس کی مثال کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتی۔

لکھنوی تہذیب پر ایرانی تہذیب کے اثرات نمایاں تھے لہٰذا یہاں کے شعرو ادب میں علوم قدیمہ خصوصاً عربی، فارسی کے علوم متداولہ کی اصطلاحات کا رواج اس قدر ہوا کہ عوام الناس بھی ان علوم سے واقف ہو گئے اور عام گفتگو میں بھی ان کا استعمال ہونے لگا۔

ناسخ لکھنوی نے اصلاح زبان کی تحریک چلا کر سنسکرت اور ہندی کے ثقیل اور نامانوس الفاظ کو خارج کر کے ان کی جگہ عربی، فارسی کے پرشکوہ الفاظ استعمال کرنے پر زور دیا۔ یہ عمل زبان و ادب کو فصیح بنانے کے ساتھ ساتھ اس ضد کا نتیجہ بھی تھا جو کہ اہلِ لکھنؤ کو اہلِ دہلی سے تھا اور جس کے سبب اہلِ لکھنؤ نے ہر معاملے میں دہلی سے ہٹ کر اپنی نئی روش اختیار کرنے کی سعی کی۔ بقول پروفیسر ابواللیث صدیقی:

> ''دلّی والے اپنی رفتار اور گفتار پر ناز کرتے تھے اور لکھنؤ والے لکھنؤ کو فخر البلاد سمجھتے اور ہر چیز میں اپنی روش کو دلّی والوں سے علیحدہ رکھنا چاہتے۔ دہلوی شعرا ہندی کے سبک اور شیریں الفاظ بلا تکلف اپنے کلام میں لاتے تھے، ان کی ضد پر لکھنؤ والوں نے ایسے الفاظ ٹکسال باہر قرار دئے اور اس کا نام اصلاح زبان رکھا۔ یہ اصلاح زبان کا تاریک پہلو تھا لیکن انصاف یہ ہے کہ اسی کی بدولت زبان کو صفائی اور شستگی نصیب ہوئی''

یہ سچ ہے کہ اصلاح زبان کے عمل نے زبان کو فصیح بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن جب شعوری طور پر کسی بھی معاملے میں شدّت اختیار کی جاتی ہے تو نہ صرف فطری حسن متاثر ہو جاتا ہے بلکہ اثر آفرینی اور بے ساختگی بھی قائم نہیں رہتی۔ یہی معاملہ اصلاح زبان کی تحریک کے سلسلے میں بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ لکھنؤ کے جن شعرا نے اس ضمن میں اعتدال و توازن سے کام لیا، ان کا کلام با معنی معیاری اور پُر تاثیر بن گیا لیکن جن

شعرا نے اس سلسلے میں غلو سے کام لیا ان کا کلام نہ تو پڑھنے والے کو متاثر کر سکا اور نہ ہی اس میں معنویت پیدا ہو سکی۔

لکھنؤ میں مروجہ مختلف علوم فنون مثلاً موسیقی، رقص، اور اداکاری وغیرہ پر بھی خاص توجہ دی گئی۔ یہ تمام مشاغل معاشرے کی خوش حالی اور عوام کی زندہ دلی کی علامت ہیں۔یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ کے عوام وخواص اسی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔آخری تاجدار واجد علی شاہ بطور خاص قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے فنون لطیفہ میں بذات خود دلچسپی لے کر شاہی اسٹیج آراستہ کیا۔ڈرامے تحریر کئے۔ اندر سبھاؤں کا چلن اسی رنگین اور خوش حال ماحول کا نتیجہ ہے۔ جس میں امانت لکھنوی کی ''اندرسبھا'' کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور وہ تفریح کا سب سے موثر ذریعہ بن گئی۔

یہی وہ تہذیبی عناصر ہیں جو لکھنوی معاشرت کا لازمی حصہ بھی ہیں اور مخصوص ماحول کا نتیجہ بھی۔ان کی مثالیں سبھی لکھنوی فنکاروں کے یہاں اپنے اپنے طور پر نظر آتی ہیں۔اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر لکھنوی فنکار نے ان قدروں اور عناصر کو بقدر ظرف اپنے فن میں ڈھال کر ''لکھنویت'' کو اس کی اصل صورت میں قائم رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے یہی عناصر لکھنوی دبستان کی جان ہیں اور انھیں سے اسے پہچانا بھی جاتا ہے۔

## 23.3.3 لکھنویت سے کیا مراد ہے؟

''لکھنویت'' نام ہے اس خاص طرز، انداز اور رنگ کا جسے لکھنؤ کے شعرائے متقدمین نے اختیار کرکے پروان چڑھایا اور شعرائے متاخرین نے جس کی تقلید کی۔لکھنؤ کے دبستان شاعری سے متعلق خصوصیات کو جو کہ دہلی کے دبستانِ شاعری کی خصوصیات سے مختلف اور علیحدہ ہیں لکھنویت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لکھنؤ کا یہ خاص رنگ جسے لکھنویت کہا جاتا ہے اس خاص ماحول اور خاص حالات کا نتیجہ ہے جو دہلی کے اجڑ جانے کے بعد لکھنؤ میں رونما ہوئے۔جب دہلی کی بربادی کے بعد لکھنؤ میں خود مختار حکومت قائم ہوئی اور خوش گوار حالات کے سبب معاشرے میں چین وسکون،عیش وعشرت، معاشی فارغ البالی اور ذہنی آزادی میسر آئی تو عوام وخواص ایک مخصوص مزاج و ماحول میں رچ بس گئے۔دولت کی فراوانی نے اہل علم وفن کو لکھنؤ کی جانب کھینچنا شروع کر دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے لکھنؤ فنکاروں کی بڑی تعداد سکونت پزیر ہوگئی اور عرصۂ دراز تک یہ مخصوص ماحول اسی طرح جاری رہا جس کے تحت نئی اصناف، نئے موضوعات، نئے اسالیب پر توجہ دی گئی۔لکھنؤ کے معاشرے کی طرح وہاں کا شعر و ادب بھی اسی رنگ میں ڈوب گیا۔یہی وہ حالات تھے جن کی ترجمانی سحؔر کے اس شعر سے ہوتی ہے:

خدا آباد رکھے لکھنؤ کے خوش مزاجوں کو
ہر گھر خانہ شادی ہے ہر اک کوچہ ہے عشرت کا

ایسے کھلے ہوئے،رنگین ماحول میں جو ادب تخلیق ہوا وہ اسی ماحول کا عکاس بن گیا۔ بیشتر لکھنوی شعرا کا کلام اسی خاص رنگ وطرز کا آئینہ دار ہے۔جذبات کی پاکیزگی،خیالات کی دلنشینی اور اظہار بیان کی متانت جو دہلی کے

دبستانِ شاعری کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہے، لکھنؤ کی بیشتر شاعری اس سے عاری ہے۔ دہلی میں داخلیت ہے تو لکھنؤ میں خارجیت، ایک جگہ سادگی اور وقار ہے تو دوسری جگہ تصنّع اور ظاہرداری، ایک جگہ گہری معنویت ہے تو دوسری جگہ فنکارانہ صناعی، ایک طرف سوز ہے دوسری طرف ساز ہے۔ ایک جگہ آہ ہے، دوسری جگہ واہ!

دونوں مقامات کے مخصوص حالات نے یہ صورتیں پیدا کیں اور وہاں کے فنکاروں نے انھیں اسی طرح برتنے کی کوشش کی۔

لکھنوی شاعری کا بڑا حصّہ معاملہ بندی پر محیط ہے۔ معاملہ بندی کا سب سے کامیاب شاعر جرأت کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس نئے فن کی انھیں نہ صرف خوب داد حاصل ہوئی بلکہ دوسرے لکھنوی شعرا نے بھی اس رنگ کو قبول کرکے شہرت حاصل کرنے کی سعی کی ہے۔

## 23.3.4 لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کے موضوعات اور مثالیں

لکھنوی شاعری کا اصل موضوع حسن وعشق اور اس کے معاملات ہیں۔لکھنوی شعرا نے عشقِ مجازی، حسن کی جلوہ سامانیوں اور زبان و بیان کی ندرت اور جدت پر خاص زور صرف کیا ہے۔ زندگی کے سنگین اور پیچیدہ مسائل ان کے یہاں زیر بحث نہیں آتے۔ معاشی بدحالی، بدامنی، بے ثباتی اور غم انگیزی بعض کو چھوڑ کر لکھنؤ کے شعرا کے یہاں نظر نہیں آتی۔ معاملہ بندی،صنعتوں کا التزام، رنگیں بیانی، نسائیت لکھنوی شاعری کے خاص موضوعات ہیں۔بقول ابواللیث صدیقی:

''ناسخ کا کلام بیشتر،آتش کا کمتر اور عام شعرائے لکھنؤ کا تمام تر معاملہ بندی کا دفتر ہے''

معالمہ بندی کی جس پر لکھنوی شعرا کو ناز تھا چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مستی میں لگا ہی چکا تھا اسے گلے
بہکا جو پاؤں، ہاتھ کمر سے نکل گیا(امانت)

کل واقفِ راز اپنے سے وہ کہتا تھا یہ بات
جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم
کیا جانئے کم بخت نے کیا ہم پہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم(جرأت)

رات کو چوری چھپے پہنچا جو میں
غل مچایا اس نے دوڑو چور ہے(ناسخ)

لکھنوی معاشرے میں نسائیت کے بڑھتے اثرات کے سبب نہ صرف لکھنوی شاعری نسائیت کے رنگ میں رنگ گئی بلکہ اس مخصوص رنگ کو ظاہر کرنے کی خاطر ایک خاص ریختی کی ایجاد عمل میں لائی گئی۔ سعادت یار خاں رنگین نے

اپنے اس شعر کے ذریعے ریختی کا موجد قرار دیا ہے:

ریختی کہتی اجی رنگین کی یہ ایجاد ہے
منہ چڑاتا ہے موا انشا جیا کس واسطے

ریختی کے اشعار اخلاقی پستی کا نمونہ ہیں۔ ان میں کوئی شاعرانہ کمال بھی نظر نہیں آتا لیکن اس کی تاریخی اور لسانی اہمیت ضرور ہے جس سے معاشرے کے افراد کی ذہنی پستی اور اخلاقی زوال کا اندازہ ہوتا ہے۔اہلِ لکھنؤ کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی صفائی لغت سازی اور مرثیہ گوئی ہے۔اہلِ دہلی نے نفس مضمون پر اور اہلِ لکھنؤ نے ظاہری صناعی اور صنعت گری پر توجہ دی۔رعایت لفظی،ضلع جگت اور الفاظ وتراکیب،تشبیہات و اسعارات کی شعبدہ کاری نے کلام کے ظاہری حسن کو جلا بخشی لیکن شاعری اثر و تاثیر کی دولت سے محروم ہوگئی۔ دوغزلہ، سہ غزلہ، چہار غزلہ کا رواج عام ہوگیا۔

لکھنوی شاعری کی صناعی کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

رعایت لفظی:

کہیں جو بیٹھی نظروں سے وہ دیکھے
کہوں آنکھوں کو میں بادام شیریں
قبر کے اوپر لگایا نیم کا اس نے درخت
بعد مرنے کے مری تو قیر آدھی رہ گئی

تشبیہات و استعارات:

لکھنوی شعرا نے کلام کو خوش رنگ بنانے کے لیے نادر تشبیہات و استعارات کا سہارا لیکر نئی نئی مثالیں پیش کی ہیں۔ ناسخ کے کلام میں یہ رنگ اس طرح ملتا ہے:

بوسہ لیتی ہے ترے بالی کی • مچھلی اے صنم
ہے ہمارے دل میں عالم ماہی بے آب کا
آتشِ رنگ حنا سے شمع ہیں سب انگلیاں
دستِ جاناں میں مرا مکتوب پروانہ ہوا

لکھنؤ کی بیشتر شاعری اسی نوع کی مثالوں سے عبارت ہے لیکن انیس اور محسن کا کوروی نے بر جستہ اور بر محل تشبیہات و استعارات استعمال کر کے کلام کو پُر وقار، پُر اثر اور با معنی بنا دیا ہے۔مثلاً:

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

پانی تھا آگ گرمئی روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی(انیسؔ)

سبزہ ہے کنار آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر
کیاری ہر اک اعتکاف میں ہے
اور آبِ رواں طواف میں ہے(کاکورویؔ)

یہ سچ ہے کہ بیشتر لکھنوی شعرا نے رنگیں بیانی اور صنعت گری سے کام لے کر اپنے کلام کو رنگین اور مرصع بنایا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ لکھنؤ میں سنجیدہ اور باوقار شعرا پیدا نہیں ہوئے۔ آتشؔ، انیسؔ، محسنؔ اور امیر مینائی وغیرہ نے سنجیدہ اور بامعنی اشعار کہہ کر اس بات کو ثابت کر دکھایا ہے کہ لکھنؤ کے دبستان شاعری کا بڑا حصّہ ایک خاص رنگ وطرز کا حامل ہونے کے باوجود وہاں کی پوری شاعری کو اسی خاص رنگ کا حامل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لکھنؤ میں مرثیہ گوئی، مثنوی نگاری، ڈراما نگاری اور نعت گوئی نے بھی بے مثال ترقی حاصل کی ہے۔ زبان کی اصلاح، لغت سازی، قواعد کے ضوابط اہلِ لکھنؤ کا کارنامہ ہے۔

دکنی شاعری، دہلوی شاعری کی طرح لکھنوی شاعری کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ اردو شاعری کی تاریخ میں لکھنؤ کے دبستان شاعری کا اہم حصّہ ہے۔

## 23.3.5 لکھنؤ کے نمائندہ شعرا اور ان کا نمونہ کلام

لکھنؤ میں مقیم دہلوی شعرا میں سراج علی خاں آرزوؔ، مرزا محمد رفیع سوداؔ، میر حسنؔ، میر سوزؔ، میر تقی میرؔ، قلندر بخش جرأتؔ، انشا اللہ خاں انشاؔ، غلام ہمدانی مصحفیؔ، نسیم دہلویؔ، سعادت یار رنگینؔ وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں جن میں بیشتر شعرا نے لکھنؤ آکر وہاں کے ماحول کا اثر قبول کرکے اسی رنگ میں شعر کہنے کی کوشش کی ہے۔

لکھنؤ کے وہ شعرا جن کی کوششوں سے دبستان لکھنؤ نے باقاعدہ دبستان کی صورت اختیار کی ان میں ناسخؔ لکھنوی اور ان کے شاگردوں میں خواجہ محمد وزیرؔ، رضا خاں برقؔ، علی اوسط رشکؔ، مرزا حاتم علی بیگ، مہرؔ، محمد اسمٰعیل حسین منیرؔ، ضامن علی جلالؔ، اسد علی خاں قلقؔ، آغا حسن امانتؔ اور محمد محسن کاکورویؔ کے نام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خواجہ حیدر علی آتشؔ لکھنوی اور ان کے شاگردوں میں دیا شنکر نسیمؔ، عزیزؔ لکھنوی، سید محمد خاں رندؔ، نواب مرزا شوقؔ، میر وزیر علی صباؔ کے علاوہ سلسلہ مصحفیؔ سے متعلق شعرا میں مظفر علی خاں اسیرؔ، امیر مینائیؔ، احمد علی شوق قدوائیؔ، ریاض خیر آبادی، مضطر خیر آبادی، جلیل حسن جلیلؔ کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں۔

لکھنؤ میں مرثیہ گوئی کو بام عروج تک پہنچانے میں جن شعرا نے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں میر خلیقؔ، ضمیرؔ، دلگیرؔ، فصیحؔ، میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، مرزا عشقؔ، مونسؔ، انسؔ، تعشقؔ، نفیسؔ، پیارے صاحب رشیدؔ، مرزا محمد جعفر اوجؔ وغیرہ کے

نام شامل ہیں۔

لکھنؤ میں اندر سبھاؤں اور مثنوی نگاری کو بھی خاصا فروغ ملا۔ دیا شنکر نسیم اور نواب مرزا شوق لکھنؤ دبستان لکھنؤ کے نمائندہ اور اہم مثنوی نگار ہیں۔ امانت لکھنوی کی ''اندر سبھا'' نے سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔

مذکورہ بالا شعرا میں سے چند کے اشعار بطور نمانہ پیش کیے جاتے ہیں:

جوں سبزہ رندے اگتے ہی پیروں کے تلے ہم
اس گردشِ افلاک سے پھولے نہ پھلے ہم

یہ کس کے آنے کی آرزو ہے
کہ ساقی لیے ساغر مشک بو ہے

دل و جاں کلیجہ بدن سر ہے حاضر
بتا دیجئے ہم سے کیا کیجئے گا

دلِ وحشی کو خواہش ہے تمہارے در پہ آنے کی
دوانہ ہے ولیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

جب جی سے ترے اتر گئے ہم
بھر کر ایک آہ مر گئے ہم

بیلے کی نظر آگئیں کلیاں گلِ تر میں
ہنسنے میں جو دانت تمہارے نکل آئے

سرمگیں مژگاں کی الفت نے گھلایا اس قدر
جسم لاغر اپنا میلِ چشم سوزن ہو گیا

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

مری حالت پہ ہجر یار میں مر مر گئی حسرت
دل مایوس سے روئی لپیٹ کر آرزو ہر سوں

گماں نہ کر گل رنگ کے پیالوں کا
بھرا ہے رنگ ان آنکھوں میں تیرے گالوں کا

لختِ دل پتّیاں حنا کی ہیں
تم جو پیسو تو ٹکڑے ہیں دل کے

ساقی کی محبت میں دل صاف ہوا اتنا
جب سر کو جھکاتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے

مرثیہ گوئی کی مثالیں:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

لکھنؤ میں غزل اور مرثیہ کے ساتھ ساتھ مثنوی کو بھی خاصا فروغ حاصل ہوا۔ دیا شنکر نسیم اور نواب مرزا شوق نے اس صنف میں خاص شہرت حاصل کی۔ ''گلزارِ نسیم'' کے چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:

منھ دھونے جو آنکھ ملتی آئی
پُر آب وہ چشمِ حوض پائی
دیکھا تو وہ گل ہَوا ہُوا ہے
کچھ اور ہی گل کھِلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل
جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل
ہے ہے میرا پھول لے گیا کون

ہے ہے مجھے خار دے گیا کون

لاکھ تم کچھ کہو نہ مانیں گے
لوگ عاشق ہمارا جانیں گے

ہوتے آتش کے ہیں پر کالے
تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

عمر بھر کون کس کو روتا ہے
کون صاحب کسی کا ہوتا ہے

پھل اٹھایا نہ زندگانی کا
نہ ملا کچھ مزہ جوانی کا

## 23.4 آپ نے کیا سیکھا :

اس اکائی میں آپ

1۔ دبستانِ لکھنؤ کے سیاسی، سماجی پس منظر پر روشنی ڈالی۔

2۔ لکھنویت سے کیا مراد؟ اسکی جانکاری حاصل کی۔

3۔ لکھنؤ کے دبستان شاعری کے موضوعات اور خصوصیات کا جائزہ لیا۔

4۔ دہلی اور لکھنؤ کے دبستان کے فرق کو سمجھا

5۔ لکھنؤ کے اہم شعرا کے کلام کے نمونے دیکھے۔

## 23.5 اپنا امتحان خود لیجئے

1۔ لکھنؤ دبستان کے چند اہم شعرا کے نام بتائیے۔

2۔ لکھنؤ دبستان میں شاعری کی کن اصناف کو فروغ ملا۔

3۔ لکھنؤ دبستان کی چند خصوصیات بتائیے۔

4۔ دہلی اور لکھنؤ دبستانوں میں فرق بتائیے۔

## 23.6 فرہنگ

| | | |
|---|---|---|
| خود مختاری | = | آزادی، با اختیاری |
| فرمانروا | = | حکمراں |
| سکونت | = | رہائش |
| نامور | = | مشہور |
| عِلل | = | اسباب، علت کی جمع |
| اسباب | = | سبب کی جمع |
| جزو | = | حصّہ |
| رقابت | = | دشمنی |
| متزلزل | = | ڈگمگانے والا |
| ہجرت | = | ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا |
| معزول | = | موقوف کیا گیا |
| منصب | = | عہدہ |
| فارغ البالی | = | بے فکری، آسودہ حالی |
| دارالسلطنت | = | راجدھانی |
| اسالیب | = | اسلوب کی جمع |
| تصنع | = | بناوٹ |
| جزولاینفک | = | وہ حصہ جو الگ کیا نہ جا سکے |
| نسائیت | = | عورت پن |
| طبع آزمائی | = | کوشش کرنا |
| عشوہ طرازی | = | ناز نخرے دکھانا |
| دوراز کار | = | جو دور ہو |
| عزاداری | = | ماتم کرنا |
| علوم | = | علم کی جمع |
| متداول | = | مروّج |
| ثقیل | = | مشکل |
| شستگی | = | پاک صاف |
| اعتدال | = | برابر ہونا |
| مقدور | = | طاقت |
| متقدمین | = | پہلے زمانے کے لوگ |

| | | |
|---|---|---|
| متاخرین | = | پچھلے زمانے کے لوگ |
| رونما | = | ظاہر ہونا |
| طرّہ | = | عجیب، انوکھا |
| صناعی | = | ہنر مندی |
| سعی | = | کوشش |
| بے ثباتی | = | بے قراری |
| صنم | = | بت |
| ماہی | = | مچھلی |
| مکتوب | = | خط کی جمع |
| صحرا | = | ریگستان |
| اعتکاف | = | عبادت کے لئے مسجد میں گوشہ نشیہ ہونا |
| طواف | = | چکّر لگانا |
| گردشِ افلاک | = | آسمان کی گردش |
| مژگان | = | پلکیں |
| شجر | = | درخت |
| لاغر | = | کمزور |
| برق | = | بجلی |
| صبا | = | صبح کی ٹھنڈی ہوا |
| حنا | = | مہندی |
| شمشیر | = | تلوار |
| بکف | = | ہاتھ میں |
| پسر | = | بیٹا |
| خار | = | کانٹا |

## 23.7 سوالوں کے جوابات

1۔ لکھنؤ دبستان کے اہم شاعر:

ناسخ، دیا شنکر نسیم، جرائت، انشا اللہ خاں انشا، انیس، دبیر، شوق لکھنوی، آتش۔

2۔ لکھنؤ میں شاعری کی اصناف میں غزل، مثنوی، ریختی اور مرثیہ کو فروغ ملا۔

3۔ لکھنؤ دبستان کی چند خصوصیات:

تکلف، تصنع، حسن و عشق پرستی، اعزاداری، صنعت گری، رعایت لفظی، قلع جگت، معاملہ بندی۔

4۔ دہلی اور لکھنؤ دبستانوں میں فرق:

دبستانِ دہلی: سادگی، فصاحت، سلاست، خارجیت، تصوف۔

دبستانِ لکھنؤ: تکلف، تصنع، بلاغت، رعایتِ لفظی، داخلیت، معاملہ بندی۔

## 23.8 کتب برائے مطالعہ


1۔ لکھنؤ کا دبستانِ شاعری — ابواللیث صدیقی

2۔ دو ادبی اسکول — علی جواد زیدی

3۔ تاریخ ادب اردو — جمیل جالبی